OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

پاکستان میں ایلیمنٹری سطح پر تعلیمی پالیسیوں کے اہداف و مقاصد: اسلامی فلسفہ تعلیم کے تناظر میں ایک مطالعہ

Goals and Objectives of Education Policies at Elementary Levels in Pakistan: A Study in context of Islamic Philosophy of Education

Yasir Hussain
Doctoral Candidate, Department of Islamic Thought & Civilization
University of Management and Technology Lahore
Dr Hassan Shakeel Shah
Associate Professor /Chairperson Department of Islamic Thought & Civilization, University of Management and Technology Lahore

Abstract

Education is considered as a key to achieve socio-economic prosperity around the globe. The quality of education depends upon country's educational policy. Countries with better educational policies and a continued funding can better attain the socio-economic development with an ease. Whereas, countries like Pakistan, is yet to achieve the milestone of socio-economic development. The reason for such failure may be regarded to partial or complete catastrophe in policy implementation. Moreover, factors like political and bureaucratic reluctance, weaker economy, inconsistency in policy implementation, clash of political ideologies, wars, toppled regimes and above all corruption have been among the major factors of failure. For the attainment of economic and social prosperity, Pakistan needs to introduce a uniform policy along with qualified staff for inculcating the curriculum and either local or national language for more conceptual clarity. Moreover, the most important step is to check the goals and objectives of policies in the light of Islam. Another important step is the allocation of funds required minimum 4% budget of GDP for education with serious

CC BY

attitude of bureaucracy, political will and consistency or else the vision of Achieving social and economic uplift seems to remain a dream rather than a reality

Key Words: Education, Policies, Objectives, Philosophy, Pakistan

تمہید

تعلیم اپنے وسیع تر معنوں میں وہ چیز ہے جس کے ذریعے لوگوں کے کسی گروہ کی عادات اور اہداف ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں۔اپنے تکنیکی معنوں میں اس سے مراد وہ رسمی طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ایک معاشرہ اپنا مجموعی علم،ہنر،روایات اور اقدار ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرتا ہے۔ تعلیم اپنے وسیع تر معنوں میں وہ چیز ہے جس کے ذریعے لوگوں کے کسی گروہ کی عادات اور اہداف ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں۔اپنے تکنیکی معنوں میں اس سے مراد وہ رسمی طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ایک معاشرہ اپنا مجموعی علم،ہنر،روایات اور اقدار ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرتا ہے، عموماً اسکول میں کی جانے والی تربیت۔ تعلیم کی درجہ بندی کرنے کے مختلف طریقے ہیں،مثال کے طور پر عمر یا موضوع کے لحاظ سے۔ایک طریقہ یہ ہے کہ اسے رسمی تعلیم،نیم رسمی تعلیم اور غیر رسمی تعلیم میں تقسیم کیا جائے۔رسمی تعلیم عام طور پر اسکول میں ہوتی ہے،جہاں ایک شخص بنیادی، تعلیمی یا تجارتی مہارتیں سیکھ سکتا ہے۔ چھوٹے بچے اکثر ایک نرسری یا کنڈر گارٹن میں جاتے ہیں لیکن اکثر رسمی تعلیم ابتدائی سکول میں شروع ہوتی ہے اور سیکنڈری سکول کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ ثانوی کے بعد کی تعلیم (یا اعلیٰ تعلیم) عام طور پر کسی کالج یا یونیورسٹی میں ہوتی ہے جو تعلیمی ڈگری دے سکتی ہے۔یا، طلباء سٹی کالج جاسکتے ہیں جہاں وہ عملی مہارتیں سیکھتے ہیں۔اس طرح سیکھنے والے پلمبر،الیکٹریشن،بلڈر اور اسی طرح کے پیشے کے اہل بن سکتے ہیں۔ان کورسز میں طلباء کو عملی تجربہ حاصل کرنے کا انتظام ہے۔ غیر رسمی تعلیم میں بالغوں کی بنیادی تعلیم،بالغوں کی خواندگی کی تعلیم یا اسکول کی مساوات کی تیاری شامل ہے۔غیر رسمی تعلیم میں کوئی (جو سکول میں نہیں ہے) خواندگی،دیگر بنیادی مہارتیں یا ملازمت کی مہارتیں سیکھ سکتا ہے۔ ہوم ایجوکیشن،انفرادی ہدایات (جیسے پروگرام لرننگ)، ڈسٹنس لرننگ اور کمپیوٹر سے معاون ہدایات دیگر امکانات ہیں۔ غیر رسمی تعلیم کم منظم ہے۔یہ والدین ہو سکتا ہے کہ کسی بچے کو کھانا تیار کریں یا سائیکل چلائیں۔لوگ لائبریری یا تعلیمی ویب سائٹس سے بہت سی کتابیں پڑھ کر غیر رسمی تعلیم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔اسے خود تعلیم بھی کہا جاسکتا ہے۔ کچھ مشہور آدمی بڑے پیمانے پر خود تعلیم یافتہ رہے ہیں، جیسے الفریڈ رسل وغیرہ۔ پاکستان کی مختصر سی تاریخ میں متعدد تعلیمی پالیسیوں کا اعلان کیا گیا اور ان کا کسی حد تک اِطلاق بھی کیا گیا لیکن ہر نئی آنے والی حکومت نے سابقہ حکومت کی تعلیمی پالیسی کو یکسر نہ صرف رد کیا بلکہ اسے سرد خانے میں ڈال دیا جس کے نتیجے میں قوم کا نہ صرف وقت اور سرمایہ ضائع ہوا بلکہ پاکستان کی تعلیمی سمت متعین نہ ہو سکی۔ بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: "پاکستان کی تعلیم کا حال ایسا ہے جیسے کوئی کشتی بغیر ملاح کے دریا میں سفر کر رہی ہے"[1] اسی وجہ سے پاکستان کا نظام تعلیم بے قابو ہو کر معاشرے میں طبقات پیدا کرنے کا ذریعہ بنا اور تدریسی وغیر تدریسی عملے کے معاشی استحصال کے ساتھ ساتھ طلبہ اور اساتذہ میں تعلیمی بے چینی بڑھنے گی۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا کہ پاکستان کے نظام تعلیم یکسر تبدیل کر کے از سر نو منظم کیا جائے۔ماضی کے تلخ تجربات،عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں اور مستقبل کے مسائل اور چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے

نظریہ ضرورت پیش نظر سقوط ڈھاکہ کے بعد عوامی حکومت نے جہاں ہر شعبہ زندگی کے لیے نئی پالیسیوں کا اعلان کیا تاکہ پاکستانی قوم سقوط ڈھاکہ کے غم سے نکل کر دیگر اقوام کی طرح ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے۔ چنانچہ اس عزم کے تحت ایسی تعلیمی پالیسی پر زور دیا گیا جو عوامی امنگوں، جدید تقاضوں اور تعلیمی شعبہ سے متعلق افرادی قوت کے لیے باعث طمانیت ہو۔ چنانچہ عوامی حکومت نے جامع پالیسی کا اعلان کیا جس کا اطلاق بھی کیا گیا۔ تعلیمی پالیسی میں بامقصد منصوبے بنائے گئے تھے جن میں تعلیم کو مفت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کرنے کے لیے تمام تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لیا گیا سائنس وٹیکنالوجی کے شعبہ کو فروغ دینے کے علاوہ تدریسی وغیر تدریسی عملے کی ملازمت کو تحفظ دیا گیا۔ بقول پروفیسر عثمان: اگرچہ تعلیم میں کاروباری ذہنیت اور طبقہ واریت کو ختم کرنا اور علماء اور اساتذہ کو نااہل اور لالچی ہاتھوں سے محفوظ رکھنا بذات خود بڑے نیک اور اہم کام ہیں لیکن تعلیم کو قومی تحویل میں لینے کا مقصد ان سے ارفع واعلیٰ ہے۔[2] لیکن تعلیمی پالیسیوں کے نفاذ کے بعد فوراً بعد ہی تعلیمی مسائل کا انبار سامنے آیا جس میں اساتذہ کے مسائل، ملازمت کا تحفظ، مالی وسائل کی کمیابی کی بناء پر تنخواہوں کا نہ ملنا، ترقی اور پنشن وغیرہ کی وجہ ہڑتالیں، جلسے جلوس جو حکومت کے لیے پریشانیوں کا باعث بنے۔ جس کی وجہ سے تعلیمی پالیسی اپنی افادیت کھونے لگی اور رفتہ رفتہ پاکستان کے نظام تعلیم میں سیاسی عناصر کی بے جا مداخلت، اقربا پروری اور رشوت نے جگہ بنانی شروع کردی جس کی وجہ سے حکومت کی گرفت نظام تعلیم کمزور ہوتی چلی گئی اور غیر موزوں افراد نے نظام تعلیم کو اپنی گرفت میں لے کر تعلیمی پالیسیوں کی اصل روح کو نہ صرف مجروح کیا بلکہ ناکامی سے دوچار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

تعلیمی پالیسیوں کے اہداف ومقاصد

تعلیمی کانفرس 1947

قیام پاکستان کے بعد حکومت پاکستان کو فوری طور پر ایک ایسا نظام تعلیم وضع کرنے کی فکر لاحق ہوئی جو اسلامی نظریہ حیات اور نظریہ پاکستان کے موافق ہو۔ بانی پاکستان برطانوی دور میں مروجہ نظام تعلیم سے مطمئن نہ تھے۔ ان کی نظر میں یہ نظام تعلیم مسلمانوں کی تہذیب وثقافت اور اقدار وروایات کے منافی تھا۔ چنانچہ جب انہیں قیام پاکستان کی منزل قریب نظر آئی تو انہوں نے اس کے لئے ایک مناسب نظام تعلیم کی تشکیل کے بارے میں سوچنا شروع کردیا۔ اور اس سلسلے میں 1946ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے ذمہ نئی اسلامی مملکت پاکستان کے لئے ایک نظام تعلیم کا خاکہ تیار کرنا تھا۔ اس کمیٹی کا پہلا اجلاس سال مذکورہ ہی میں علی گڑھ میں منعقد ہوا۔ اس میں برصغیر کے ممتاز ماہرین تعلیم نے شرکت کی۔ کمیٹی کے اس اجلاس کے بعد چونکہ ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات کا آغاز ہوگیا تھا اس لئے کمیٹی کے مزید اجلاس منعقد نہ ہوسکے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے نئے گورنر جنرل کی حیثیت سے کراچی کے گورنر ہاؤس میں ماہرین قانون کا ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس کے دوران میں ماہرین کے ایک گروپ نے قائداعظم سے پاکستان کے لئے نئے نظام تعلیم کے بارے میں گفتگو کی۔ قائداعظم نے اس گروپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: "اب ہمیں اپنی ریاست مل گئی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس ملک کی ضروریات کے مطابق قابل عمل مضبوط نظام ترتیب دیں۔ یہ نظام ہماری قومی تاریخ اور نظریات کا عکاس ہونا چاہے۔ آپ کی تمام اچھی تجاویز کے لئے وافر وسائل مہیا کیے جائیں گے۔ آپ حکومتکے پاس اپنے خیالات اور مشورے لانے میں بھی تامل نہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ان پر اچھی طرح غور ہوگا۔"[3]

مقاصد:

نظریہ حیات سے مطابقت: پاکستان کا نظام تعلیم پاکستان کے نظریہ حیات کے مطابق ہو گا۔ مقاصد نیز یہ اس نظریہ حیات کی تبلیغ واشاعت کرے گا۔ اس سلسلے میں قائد اعظم کے پیغام میں یہ بات بھی موجود تھی کہ ہمیں ایسی تعلیمی پالیسی مرتب کرنا ہو گی جو ہماری عوام کی صلاحیتوں اور ہماری تہذی و ثقافتی اقدار کے مطابق ہو۔

معاشی ترقی: قائد اعظم کے پیغام کے مطابق تعلیم کا مقصد محض کتابی علم نہیں بلکہ معاشی ترقی کیلئے عوام کو فنی اور سائنسی علوم سے بھی آگاہ کرنا ہے تاکہ فارغ التحصیل صنعت اور تجارت کو درست طور پر اختیار کر سکیں گویا معاشی ترقی کے سلسلے میں مدد کرنا بھی تعلیم کا اہم مقصد قرار دیا گیا۔

تشکیلی کردار: قائد اعظم کے پیغام میں یہ بات بھی تھی کہ ہمیں آئندہ نسلوں کے کردار کی تعمیر کرنی چاہیے۔ اس کے لئے تعلیم کے ذریعے ان میں عزت نفس، احساس ذمہ داری اور قوم کے لئے ایثار کا جذبہ پیدا کرنا ہو گا۔

شخصیت کی نشوونما: قائد اعظم کے نزدیک تعلیم کا یہ بھی فرض ہے کہ یہ نوخیز نسل کو ایسی مہارت اور تربیت دے کہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنا کردار ادا کر کے پاکستان کا نام سربلند کر سکیں۔ اس خیال کی رو سے بچے کی ہمہ پہلو نشوونما اور تربیت بھی تعلیم کی ذمہ داری قرار پائی۔

دینی بصیرت: کانفرنس کے صدارتی خطبہ میں وفاقی وزر تعلیم جناب فضل الرحمٰن نے کہا کہ وہ تعلیم میں روحانی عنصر کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں ۔ کیونکہ اسے نظر انداز کرنے کے نتائج بڑے تباہ کن ہوتے ہیں تعلیم کا فرض ہے کہ وہ انسانی ذہن سے وحشیانہ پن ختم کرے انسانیت کے اعلیٰ مقاصد کی طرف راغب کرے۔ اس لحاظ سے اسکولوں میں مذہبی تعلیم کا اہتمام کرنا نہایت ضروری ہے۔ دینی بصیرت کے بغیر ہم نہ تو تعمیری کردارادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی مناسب نظریہ حیات اپنا سکتے ہیں۔

شہریت کی تربیت: اس کانفرنس میں طلباء کی شہریت میں تربیت کو بھی تعلیم کا وظیفہ قرار دیا گیا۔اس سلسلے میں جناب فضل الرحمن کے خطاب میں زور دے کر کہا گیا کہ تعلیم کا مقصد شہریت کی تربیت ہے۔ وزیر موصوف کے خیال میں شہری حقوق و فرائض سے نابلد شخص کو ووٹ کا حق دینا بالکل ایسے ہی ہے جیسے بچے کو کھیلنے کے لئے بارود دے دیا جائے۔

جمہوریت کا فروغ: جناب فضل الرحمن نے اپنے خطاب میں کہا کہ تعلیم کا فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کے دماغ میں جمہوریت کے اولین نقوش مرتب کرے، کیونکہ لوگوں میں احتساب کی قوت کا ہونا ہی ہماری آزادی قائم رکھنے کی ضامن ہے نظم وضبط، دیانتداری اور عوامی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا بھی تعلیم کی اہم ذمہ داری ہے۔ اس لحاظ سے عوام میں جمہوری اقدار وروایات کا فروغ بھی تعلیم کا مقصد قرار پایا۔

قومی اتحاد واستحکام: تعلیم کا بھی فرض قرار پایا کہ وہ پاکستان میں گروہی تعصبات ختم کر کے قومی اتحاداور یک جہتی کو فروغ دے۔

جہالت کا خاتمہ: ریاست کا فرض ہے کہ وہ جہالت کو ختم کرتے ہوئے بچوں کے لئے ہمہ گیر لازمی اور مفت بنیادی تعلیم کا انتظام کرے کیونکہ جمہوریت کی ابتدائی تربیت کے لئے یہ اولین ضرورت ہے۔ نیز اسے ملک سے جہالت ختم کرنی چاہیے کیونکہ جہالت کے خاتمے کے بغیر ملک کی خوشحالی اور استحکام ممکن نہیں۔

قومی زبان: قومی زبان اردو کی ترویج و ترقی کو بھی تعلیم کا اہم مقصد قرار دیا گیا۔ بقول جناب فضل الرحمٰن صوبائی زبانوں کو اپنے اپنے صوبے میں ذریعہ تعلیم کے طور پر اختیار کیا جائے لیکن اردو کی تدریس تمام صوبوں میں لازمی ہو۔ بین الاقوامی اور سائنسی زبان ہونے کی وجہ سے فی الحال انگریزی سے کنارہ کشی نہ کی جائے۔

ب۔ ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم کا مقصد عملی خواندگی کا حصول طے پایا۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر درج ذیل سفارشات کی گئیں:۔

1. ابتدائی تعلیم کا دورانیہ چار سال سے بڑھا کر پانچ سال کر دیا جائے۔
2. تین تا چھ سال کی عمر قبل از ابتدائی تعلیم کے لئے اور چھ تا گیارہ سال کی عمر ابتدائی تعلیم کے لئے مقرر کی جائے۔
3. ملک میں ناخواندگی اور جہالت کے خاتمہ کے لئے ہمہ گیر لازمی اور مفت ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔
4. ابتدائی مدارس کے اساتذہ کے لئے تربیتی کورس شروع کیے جائیں۔
5. جہالت کے مکمل خاتمے کے لئے تعلیم بالغاں کے پروگرام شروع کیے جائیں۔

قومی تعلیمی کمیشن 1959ء

اکتوبر 1958ء کے فوری انقلاب کے بعد جب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ملکی باگ ڈور سنبھالی تو ملکی زندگی میں بنیادی تبدیلیاں لانے کی خاطر انہوں نے ملک کے لئے ایک انقلابی نظام تعلیم کی تشکیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے 3 دسمبر 1958 کو ایک تعلیمی کمیشن قائم کر کے اس وقت کے سیکرٹری تعلیم ایس۔ ایم شریف کو اس کا سربراہ مقرر کیا۔ اپنے سربراہ کے نام کی مناسبت سے یہ کمیشن "شریف کمیشن"، مشہور ہوا۔ اس کمیشن میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے بہت سے ماہرین تعلیم شامل تھے۔ 5 جنوری 1959 کو کیش افتتاحی اجلاس ایوان صدر کراچی میں منعقد ہوا۔ کمیشن نے 26 اگست 1959ء کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ ایک وزارتی کمیٹی نے تین ماہ میں اس رپورٹ کا جائزہ لیا اور بالآخر اسے من وعن منظور کر لیا گیا۔ کمیشن کی رپورٹ پر عوامی حلقوں میں ملے جلے رد عمل کا مظاہرہ کیا گیا۔ رپورٹ کی بعض تجاویز کے خلاف طلباء نے ہنگاموں کا سلسلہ شروع کر دیا جس سے بعض تجاویز پر عمل درآمد روک دیا گیا قومی تعلیمی کمیشن کی تجاویز و سفارشات کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔[4]

الف۔ مقاصد تعلیم:

روحانی اقدار: پاکستان کی بنیاد اسلامی فلسفہ حیات پر ہے۔ لہذا تعلیم کا فرض ہے کہ وہ اسلامی نظریہ حیات کو نوجوانوں کے ذہنوں میں راسخ کرے پاکستان کی سالمیت و استحکام کیلئے عدل وانصاف تقوی و پرہیز گاری اخوت ورواداری اور مساوات و یکجہتی جیسی اعلیٰ روحانی اقدار کو فروغ دے۔

نظریہ پاکستان: تصور پاکستان اور متحدہ قومیت کے نظریے کو تقویت پہنچائے تا کہ نظریاتی طور پر مستحکم ہو۔

انفرادیت کی نشوونما: افراد کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق بھرپور زندگی گزارنے کے قابل بنائے۔ نیز ان کی انفرادیت کی نشوونما کرکے انہیں معاشرے کا مفید رکن بنائے۔

جمہوریت: معاشرے میں جمہوری اقدار وروایات کو فروغ دے اور ہر فرد میں جمہوری اقدار وروایات کو فروغ دے اور ہر فرد جمہوری نقطہ نظر پیدا کرکے اس میں قیادت کی اہلیت پیدا کرے۔

قومی اتحاد: عوام میں متحدہ پاکستانی قومیت کا جذبہ ابھارے اور جغرافیائی، فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصبات کو ختم کرے۔

افرادی قوت: افرادی قوت کی اس طرح تربیت کرے تاکہ ہر اعلیٰ درجے پر تربیت یافتہ افراد میسر آسکیں جو جدید سائنس اور ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنا جانتے ہوں۔

ملکی وسائل سے استفادہ: ملکی وسائل سے استفادہ کے لئے انجینئرنگ تجارت اور زراعت جیسے فنی شعبوں کے لئے رہنما ماہرین تیار کرے۔

کام کی عظمت: بچوں میں کام کی عظمت کا احساس پیدا کرے۔ بچوں میں دستی کاموں کو فروغ دے تاکہ وہ مستقبل میں اپنی روزی خود کمانے کے قابل ہوسکیں۔

کردار کی تربیت: بچوں کے کردار کی فلسفہ حیات کے مطابق تربیت کرکے انہیں معاشرے کا بہترین رکن بنائے۔ نیز بچوں کے اذہان میں روحانی واخلاقی اقدار راسخ کرے تاکہ ایک مثالی معاشرہ قائم ہوسکے۔

قیادت: زندگی کے ہر شعبے کے لئے ہنرمند اور باصلاحیت افراد تیار کرے جو قیادت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

ب۔ ابتدائی تعلیم:

1۔ بچے کو ان بنیادی معلومات اور مہارتوں سے لیس کرے جن کی ایک فرد کو بطور شہری ضرورت ہوتی ہے۔

2۔ اس سطح تعلیم کا عرصہ آٹھ سال مقرر کیا گیا۔ نیز یہ فیصلہ کیا گیا کہ دس سال کے اندر پانچویں جماعت تک اور پندرہ سال تک آٹھویں جماعت تک ابتدائی تعلیم لازمی کی جائے گی اور اس کے ذریعے عملی کام کی عادت پروان چڑھائی جائے گی۔

3۔ اس کا نصاب اس طرح مرتب کیا جائے گا کہ وہ ہر بچے کی روزمرہ ضروریات سے مطابقت رکھتا ہو۔

4۔ تدریس کے دوران منصوبی طریقہ تدریس اور دیگر سرگرمی پسند تدریسی طریقے اختیار کئے جائیں گے اور مقامی طور پر دستیاب سمعی وبصری معاونات کا استعمال کیا جائے گا۔

5۔ طلباء کی سیرت کی تعمیر اور ان میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے صبح کے وقت اسمبلی میں قومی ترانہ گایا جائے گا، قومی پرچم لہرایا جائے گا اور اخلاقیات پر تقریریں کی جائیں گی۔

6۔ اسکولوں کے لئے زمین عمارت ساز وسامان اور اساتذہ کی رہائش کا انتظام مقامی آبادی کی ذمہ داری ہوگی۔

7۔ غیر تربیت یافتہ اور نیم تربیت یافتہ اساتذہ کے لئے تجدیدی کورسوں کا اہتمام کیا جائے گا۔

8۔ ابتدائی تین جماعتوں کے لئے خاتون اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کی جائے گا اور ان کی شرائط ملازمت بہتر بنائی جائیں گی۔ اس سطح کے مدارس کے مستقل اخراجات کا نصف حصہ ضلعی سطح پر ٹیکسوں سے پورا کیا جائے گا جب کہ باقی نصف اخراجات صوبائی حکومتیں ادا کریں گی۔

9۔ لازمی تعلیم کے اخراجات پورے کرنے کے لئے ہر صوبے میں پانچ یا چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے گی جس کا سربراہ گورنر یا اس کا نمائندہ ہو گا۔

10۔ ابتدائی تعلیم کی تنظیم ضلعی سطح پر کی جائے گی۔ ہر ضلعی کمیٹی کا چیئرمین ڈپٹی کمشنر یا اس کا نمائندہ ہو گا۔

اس سطح تعلیم کے لیے حسب ذیل سفارشات کی گئیں:

1۔ ہر شہری کی ایک کارکن اور حب وطن کی حیثیت سے مکمل نشو و نما کرے۔

2۔ اس سطح تعلیم کو یونیورسٹی تعلیم سے علیحدہ یونٹ قرار دیا جائے اور اس کی تنظیم بھی ایک اکائی کے طور پر کی جائے۔

3۔ طالب علم کو سائنسی ایجادات کی تفہیم کرائے۔ نیز اسے مفید معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے قابل بنائے۔

4۔ اس سطح تعلیم کا دورانیہ چار سال ہو جو نویں سے بارہویں جماعت پر مشتمل ہو

5۔ اس کا نصاب لازمی اور اختیاری مضامین پر مشتمل ہونا چاہیے۔ لازمی مضامین طالب علم کو روزمرہ زندگی اور اختیاری مضمون طالب علم کو کسی پیشے یا خصوصی علم کے لئے تیار کریں۔

6۔ مضامین کے زیادہ سے زیادہ گروپ بنائے جائیں تاکہ طلباء اپنی دلچسپیوں کے مطابق مضامین منتخب کریں۔

7۔ دسویں اور بارہویں جماعت کے بعد پاک امتحانات کا انعقاد کیا جائے۔

8۔ اس سطح تعلیم پر پڑھانے اساتذہ کی تربیت کا دورانیہ دو سال مقرر کیا جائے اور دوران " ملازمت ان کے لئے تجدیدی کورسوں کا انعقاد کیا جائے۔

9۔ اسکول کی لائبریری اور تجربہ گاہ کے لئے ضروری ساز و سامان فراہم کیا جائے۔

10۔ نصاب میں دستی کام کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ عملی فنون کی تدریس کے لئے دھات کاری باغبانی بجلی کا کام ٹائپ رائٹنگ اور لڑکیوں کے لئے ہوم اکنامکس اور آرائشی فنون کے مضامین متعارف کرائے جائیں۔

11۔ موجودہ اسکولوں کو دس برس کے اندر کثیر المقاصد اسکولوں میں تبدیل کر دیا جائے جہاں مضامین کے انتخاب کے وسیع مواقع موجود ہوں۔

12۔ نجی شعبے میں صرف ان اسکولوں کو سرکاری امداد فراہم کی جائے جو حکومت کی شرائط پوری کریں۔

13۔ اسکولوں میں اضافی کمروں، ورکشاپوں، قطعات باغبانی اور کھیل کے میدانوں کی فراہمی کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔

14-امتحانات اور ان کے سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی ذمہ داری بورڈوں کے سپرد کی جائے۔ نیز پرانے ثانوی بورڈوں کی تنظیم نو کی جائے اور مزید نئے بورڈ قائم کئے جائیں۔

15۔ تعلیمی سال چالیس ہفتوں پر مشتمل ہو۔ موسم گرما میں دو ماہ موسم سرما میں دس دن اور موسم بہار میں چودہ دن کی چھٹیاں کی جائیں۔ اتفاقی رخصت کی تعداد میں سے گھٹا کر پانچ کر دی جائے اور ان کی اجازت بھی صرف ہنگامی ضرورت کی صورت میں ہو۔ 16۔ ابتدائی تعلیم کی پہلی تین جماعتوں میں صرف خواتین اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ مڈل جماعتوں تک لڑکیوں کی خصوصی ضروریات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے مشترکہ مضامین کے علاوہ لڑکیوں کے نصاب میں گھریلو دستکاری سلائی کڑھائی

خانہ داری اور پرورش اطفال کے مضامین بھی شامل کیے جائیں۔

17 ۔اسی طرح ثانوی جماعتوں میں لڑکیوں کے خاص مضامین اور اعلیٰ تعلیم میں ہوم اکنامکس کی تعلیم پر زور دیا جائے۔

18۔لڑکیوں کے تعلیمی اداروں میں سماجی سرگرمیوں کا انتظام کیا جائے۔

19۔لڑکیوں کے ہر اسکول اور کالج میں رہائش کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

قومی تعلیمی پالیسی72-1980ء

1971ء کے قومی سانحے کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت بر سر اقتدار آئی۔ اس حکومت نے زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی اصلاحات کے ساتھ ہی تعلیمی شعبے کی تشکیل نو کا اعلان کیا۔ مرکزی حکومت نے اس وقت کے وزیر تعلیم جناب عبد الحفیظ پیرزادہ کی سربراہی میں . ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن نے ابتدائی تعلیم سے لے کر جامعاتی تعلیم تک نظام تعلیم کا جائزہ لیا اور دوماہ کے عرصے میں حکومت کو مفصل تعلیمی لائحہ عمل پیش کر دیا۔ 29مارچ 1972ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے اس تعلیمی پالیسی کا نفاذ کر دیا جس کے نتیجے میں تمام تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ اور تعلیم کے دیگر پہلوؤں میں بھی انقلابی تبدیلیاں لائی گئیں۔[5]

اس پالیسی کی نمایاں تجاویز درج ذیل ہیں:۔

الف۔ مقاصد تعلیم:

1۔ پاکستان کے بنیادی نظریے کا تحفظ فروغ اور اس عمل کو یقینی بنانا۔ نیز اسے انفرادی و قومی زندگی کا لائحہ عمل بنانا۔۔

2۔ تعلیمی عمل کے شعوری استعمال کے ذریعے بنیادی نظریات کی روح کے مطابق معاشرتی اور ثقافتی ہم آہنگی کو فروغ دے کر قومی اتحاد بھی پیدا کرنا۔

3۔ عام ابتدائی تعلیم اور تعلیم بالغان کے پروگراموں کے ذریعے جلد از جلد ناخواندگی ختم کرنا۔

4۔ تعلیم کے ذریعے نوجوانوں میں معاشرتی خدمات اور ماحول کی اصلاح کے پروگراموں میں شرکت کے مواقع مہیا کر کے ان میں قائدانہ صلاحیتوں کی نشوونما کرنا اور ان میں محنت کی عظمت کا احساس پیدا کرنا۔

5۔ فرد کی شخصیت کی بحیثیت مجموعی اس طرح نشوونما کرنا کہ وہ بدلتے ہوئے جدید رجحانات اور تقاضوں کا مقابلہ کر سکے۔ تعلیم کے ذریعے ایسے افراد پیدا کرنا جو معاشرتی تبدیلیوں کا نام رکھتے ہوں اور معاشرتی اصلاح کی ذمہ داری قبول کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔

6۔ قومی مقاصد کی حدود میں رہتے ہوئے تعلیمی اداروں کو علمی آزادی اور مناسب خود مختاری فراہم کرنا۔

7۔ تمام علاقوں خصوصاً کم ترقی یافتہ علاقوں میں عورتوں کو غیر مراعات یافتہ طبقوں، ذہنی طور پر پسماندہ معذور بچوں اور بالغوں کے لئے خصوصی سہولتیں اور یکساں تعلیمی مواقع فراہم کرنا۔

8۔ قوم کی بدلتی ہوئی معاشی و معاشرتی ضروریات کے پیش نظر بنیادی نظریہ کے مطابق موزوں نصاب مرتب کرنا عمومی تعلیم کے بجائے فن اور عملی تعلیم پر زور دینا عام اور تعلیم کو ملا کر ایک جامع منصوبہ تیار کرنا جس میں ایک کورس سے دوسرے کورس میں جانے کے راستے کھل جائیں۔ 9۔ اساتذہ، طلباء، والدین اور معاشرے کے نمائندوں کی تعلیمی معاملات میں فعال شرکت کو یقینی بنانا اور طلباء کی فلاح و بہبود وقار اور احساس ذمہ داری کو فروغ دینا۔

ب۔ ابتدائی تعلیم

1۔ ابتدائی تعلیم آٹھویں جماعت تک شمار ہو گی۔

2۔ اکتوبر 1972م سے آٹھویں جماعت تک تمام طلباء کی فیس معاف کر دی جائے۔ دوسرے مرحلے میں اکتوبر 1974ء میں دسویں جماعت
تک فیسیں معاف کر دی جائیں گی۔

3۔ جن اسکولوں میں گنجائش ہوئی ان کا درجہ آٹھویں جماعت تک بڑھا دیا جائے گا۔

4۔ نئے اسکول کھولتے وقت پسماندہ علاقوں کو ترجیح دی جائے گی۔

5۔ طلباء کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر اس درجے کے لئے سوا دو لاکھ اساتذہ کی ضرورت ہو گی۔ اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے تعلیم کا اختیاری مضمون پڑھنے والوں کو استاد مقرر کیا جائے گا۔

6۔ ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت پرائمری جماعتوں کے طلباء کو کتابیں، اسٹیشنری اور دیگر تدریسی لوازمات مفت فراہم کئے جائیں گے۔

7۔ پرائمری اسکول ہر آبادی کے اتنے قریب کھولا جائے کہ طلبا کو آنے جانے میں زیادہ دقت نہ ہو۔

8۔ تمام ابتدائی مدارس میں وافر مقدار میں دلچسپ کتابیں تعلیمی کھلونے اور دیگر تدریسی اعانتیں فراہم کی جائیں گی۔

9۔ موجودہ نصاب پر نظر ثانی کی جائے گی اور طلباء کے ذہنوں سے بے جا بوجھ ختم کیا جائیگا۔

10۔ بچوں میں محنت کی عظمت کا احساس پیدا کرنے کے لئے تعلیمی پروگرام کو مقامی صنعتوں کے ساتھ مربوط کیا جائے گا۔

11۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے والدین کو اس بات پر آمادہ کیا جائے گا کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں۔

12۔ آٹھویں جماعت کے بعد تعلیم چھوڑ دینے والے بچوں کو ان کی پسند کے پیشے کی تربیت دے کر معاشرے کا کارآمد شہری بنایا جائے گا۔

خصوصیات:

1۔ یہ پالیسی ملک کی پہلی تعلیمی دستاویز ہے جسے منتخب جمہوری حکومت نے مرتب کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی پالیسی عوامی امنگوں کی ترجمانی اور اس کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بڑی تیزی سے کام کیا گیا۔ اس لحاظ سے ہی ایک نمایاں پالیسی تھی۔

2۔ پالیسی میں معاشرے کے تمام طبقوں کی تعلیم کو یکساں اہمیت دی گئی۔ تمام بچوں کے لئے یکساں تعلیمی مواقع فراہم کرنے پر زور دیا گیا۔ اس بات پر خصوصی توجہ دی گئی کہ کسی قابل بچے کی تعلیم کی غربت کی وجہ سے نہ رہ جائے۔ خاص تعیمی اداروں کا قیام صرف اعلیٰ طبقوں کے بچوں کے لئے نہیں ہو گا بلکہ ان میں ہر ذہین بچہ داخلہ لے سکے گا۔ اس لحاظ سے یہ ایک عوامی تعلیمی پا لیسی تھی جس نے ملک کے تمام باشندوں
لیے یکساں تعلیمی مواقع کے حصول کی راہ ہموار کی۔

3۔ پالیسی میں ابتدائی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک تعلیم مفت کرنے، پہلی جماعت میں داخلہ لینے والوں کو کتابیں سٹیشنری اور دوسرے تدریسی لوازمات مفت فراہم کرنے کی سفارش کی گئی۔ شرح خواندگی میں اضافے کے لئے یہ ایک اچھی تجویز تھی۔

4۔ پالیسی میں ابتدائی جماعتوں ہی میں طلباء کو عملی کام اور محنت کا عادی بنانے پر زور دیا گیا۔ نصاب میں مقامی ضروریات کے مطابق پیشہ ورانہ مضامین شامل کرنے کی سفارش کی گئی۔ اس کا مقصد درمیان میں تعلیم چھوڑنے والے طلباء کو کوئی پیشہ اپنانے میں مدد کرنا تھا۔ نیم تربیت یافتہ کارکنوں کو پیدا کرنے کے لئے باقاعدہ فنی تعلیمی ادارے قائم کرنے کی سفارش کی گئی۔ ان اقدامات کا مقصد تعلیم کو زیادہ سے زیادہ فعال اور بامقصد بنانا تھا جو کہ اس پالیسی کا اہم پہلو تھا۔

5۔ طلباء کی فلاح و بہبود کے پیش نظر ابتدائی تعلیم کا انتظام طلباء کے گھروں کے قریب کرنے پر زور دیا گیا تعلیمی اداروں میں آنے جانے کے لئے طلبا کو کرایہ میں رعایت دی گئی۔ طلباء کے وظائف میں اضافے کی سفارش کی گئی۔ طلباء کے وظائف میں اضافے کی سفارش کی گئی۔ طلباء کو تعلیمی قرضے کی سہولت بھی دی گئی۔ غریب طلباء کو کتابوں کی فراہمی کے لئے تعلیمی اداروں میں بک بنک قائم کرنے کی سفارش کی گئی۔ سرکاری سرپرستی میں درسی کتب کی تیاری کا فیصلہ ہوا تاکہ طلبا کو کم قیمت کتب دستیاب ہوں۔ اسی لحاظ سے یہ ایک منفرد پالیسی تھی۔

6- تعلیم بالغاں کے فروغ کے لئے ایک اوپن یونیورسٹی کے قیام کی سفارش کی گئی جو ذرائع ابلاغ کے ذریعے تعلیم دے گی تعلیم عام کرنے کے سلسلے میں یہ منفرد سفارش تھی۔

7۔ اس تعلیمی پالیسی کی سفارشات کی رو سے چھی نئی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں جبکہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کو مکمل یونیورسٹی کا درجہ ملا۔ سائنسی تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے الگ سائنس کالج کھولے گئے۔ ثانوی تعلیم کی امتحانی ضروریات کے پیش نظر ثانوی تعلیمی بورڈ قائم کیے گئے عمل درآمد کے لحاظ سے یہ گویا ایک مفید پالیسی تھی۔

8۔ پالیسی میں تدوین نصاب اور درسی کتب کی تیاری کے سلسلے میں ایک قومی ادارہ برائے نصاب قائم کرنے، نصاب کی تدوین کرنے اور ابتدائی و ثانوی نصاب کی تیاری میں ماہرین تعلیم اور ماہرین نصاب سے رہنمائی حاصل کرنے کی سفارش کی گئی۔ ثانوی سطح تعلیم پر نصاب میں نئے مضامین متعارف کرانے اور ابتدائی تعلیم کے نصاب کو بامقصد اور پسندیدہ بنانے کی تجاویز اس پالیسی کے نمایاں پہلو تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے زیر نگرانی یونیورسٹیوں کی علمی مجالس نے اپنے اپنے مضمون کے نصاب تیار کئے جو کہ اپنی نوعیت کی انفرادی کوشش تھی۔

9۔ تعلیمی پالیسی 1972ء میں اساتذہ کے لئے بیان کردہ ضروریات کو مدنظر رکھ کر ان کے لئے مراعات کا اعلان کیا گیا۔ پالیسی میں سفارش کی گئی کہ اساتذہ کی تنخواہیں مساوی تقابلیت رکھنے والے دوسرے ملازمین کے برابر کر دی جائیں گی۔ انھیں اعلیٰ تعلیم کے حصول لئے باتنخواہ چھٹی دی جائے گی۔ ان کے رہائشی مسائل حل کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کیے جائیں گے۔ ان کے تربیتی پروگراموں کو از سر نو مرتب کیا جائے گا۔ دیگر انتظامی محکموں میں ان کے تبادلے بھی کئے جائیں گے۔ پالیسی کے ان امور کی وجہ سے یقیناً تعلیمی پیشہ زیادہ پرکشش ہو سکتا تھا۔

10- پالیسی میں توسیع تعلیم کے لئے انقلابی اقدامات اٹھانے کی سفارش کی گئی۔ توسیع تعلیم کے سلسلے میں کم ترقی یافتہ اور پسماندہ علاقوں کو ترجیح

دینے کی سفارش کی گئی۔ ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت ہر ڈویژن اور بعد میں ہر ضلع میں ایک رہائشی ثانوی اسکول قائم کرنے کی سفارش کی گئی۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان اسکولوں میں صرف قابلیت کی بنیاد پر داخلہ دیا جائے گا۔ طلباء کے وظائف کی رقوم میں اضافہ تعلیمی قرضہ کی سہولت فراہم کرنے کے لئے کہا گیا۔ غریب طلباء کی مالی مشکلات کے حل کے لئے ہر ممکن اقدام کرنے کی سفارش کی گئی۔ اپنی ان تجاویز کے لحاظ سے یہ پالیسی بڑی اہم تھی۔

11۔ ابتدائی تعلیم کے فروغ کے لئے ٹھوس اقدامات اٹھانے، ابتدائی تعلیم کو عام کرنے لئے اسے مفت اور نئے پرائمری اسکول قائم کرنے کی تجاویز اس پالیسی کے نمایاں تھے۔ اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے علم التعلیم کو نصاب میں بطور اختیاری مضمون کے شامل کیا گیا۔ پرائمری اسکولوں میں درسی کتب، یونیفارم اور دیگر تدریسی لوازمات مفت فراہم کرنے کی سفارش کی گئی۔ ان اقدامات سے ابتدائی تعلیم کو فروغ ملا اور ملک کی شرح خواندگی میں اضافہ ہوا۔[6]

قومی تعلیمی پالیسی 1998ء

فروری 1997ء میں پاکستان مسلم لیگ نے حکومت بنائی اور نواز شریف نے دوسری دفعہ بطور وزیر اعظم پاکستان اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ اقتدار سنبھالتے ہی انہوں نے مرکزی وزارت تعلیم کو ہدایت کی کہ وہ ایسی تعلیمی پالیسی تشکیل دیں جو قوم کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر دے۔ ان کی ہدایت کے مطابق مرکزی وزارت تعلیم نے ماہرین تعلیم، تعلیمی منتظمین اور دوسرے دانشوروں کے مشوروں سے قومی تعلیمی پالیسی کا ابتدائی مسودہ تیار کیا۔ وفاقی کابینہ نے تجویز کیا کہ نئی قومی تعلیمی پالیسی کی تشکیل کے سلسلے میں عوامی رائے کو بھی شامل کیا جائے۔ چنانچہ اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام سے تعلیمی پالیسی کے بارے میں تجاویز و آراء بھی حاصل کی گئیں۔ نامور ماہرین تعلیم کی نگرانی میں ان عوامی تجاوزی کا جائزہ لے کر انہیں نئی تعلیمی پالیسی کا حصہ بنایا گیا۔ 18 فروری 1998ء کو تعلیمی پالیسی کا نظر ثانی شدہ مسودہ دوبارہ کابینہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آخر کار 21 فروری 1998ء کو وزیر اعظم نے قومی تعلیمی کنونشن کے موقع پر تعلیمی پالیسی کی نمایاں خصوصیات کا اعلان کیا اور تعلیمی پالیسی کے بارے میں ایک بار پھر عوام کی تجاویز حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ وزیر اعظم کی خواہش کے احترام میں عوام کی طرف سے مزید 774 تجاویز موصول ہوئیں۔ ان تجاویز پر غور وخوض کے لئے ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی۔ مارچ 1998ء میں وزارت تعلیم نے قومی تعلیمی پالیسی 1998ء کی حتمی دستاویز کا نوٹیفیکیشن جاری کر دیا۔ اس پالیسی کے نمایاں خدوخال یہ تھے:۔[7]

مقاصد تعلیم:

اسلامی تعلیمات کی تبلیغ واشاعت: قرآنی اصولوں اور اسلامی تعلیمات کو نصاب کا جزو لازم بنانا تاکہ قرآن کا پیغام تعلیم وتربیت کے عمل میں جذب ہو جائے اور تعلیم کے ذریعے فرد کو حقیقی اور عملی طور مسلمان بنایا جاسکے تاکہ وہ اگلی صدی میں ہمت، اعتماد، حکمت، بصیرت، رواداری جیسی صفات سے منصف ہو کر داخل ہو سکے۔

مکمل خواندگی: رسمی اور نیم رسمی طریقوں کے ذریعے عالمگیر ابتدائی تعلیم کو فروغ دیا جائے گا۔ نیز ابتدائی تعلیم ادھوری چھوڑنے والے بچوں کے حصول تعلیم کا ایک اور موقع فراہم کیا جائے گا۔

تربیت یافتہ افرادی قوت: فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو فروغ دینا تاکہ ملکی صنعت کے لئے تربیت یافتہ افرادی قوت میسر آسکے۔

فنی تعلیم کا معیار: حصول روزگار کے لئے فنی تعلیم کے معیار کو بہتر بنایا جائے اور ایسا نظام متعارف کرایا جائے جس سے پیشہ ورانہ تربیت کے حامل افراد اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکیں۔

اعلیٰ تعلیم کا معیار: اعلیٰ تعلیم کے معیار کو بین الاقوامی سطح پر لایا جائے گا اور اس مقصد کے حصول کے لئے تدریسی اور تحقیقی عمل کو بہتر بنایا جائے

گا۔ اعلیٰ تعلیم کے مختلف شعبوں میں کمال حاصل کرنے کے لئے یونیورسٹی میں نئے علوم متعارف کرائے جائیں گے اور مختلف شعبوں میں اعلیٰ

مطالعاتی مراکز قائم کئے جائیں گے۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی: تدریسی عمل میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال کو فروغ دیا جائے گا تاکہ فرد اکیسویں صدی کے تقاضوں سے نپٹنے کے قابل ہو جائے۔ کمرہ جماعت میں کمپیوٹر کے ذریعہ تعلیم دینے میں اور اس کے ذریعے تعلیمی پروگراموں کی منصوبہ بندی کی جائے گی۔

ابتدائی تعلیم:

اس پالیسی میں "ابتدائی تعلیم" کو ہر فرد کا بنیادی حق قرار دیا گیا۔ نیز اسے پورے تعلیمی نظام کی بنیاد تسلیم کیا گیا۔ رپورٹ میں ابتدائی تعلیم کے فروغ کے لئے حسب ذیل سفارشات کی گئیں:۔

1۔ ابتدائی تعلیم کے معیار کو بہتر بنایا جائے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے موجودہ سہولتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے گا اور نئی سہولیات متعارف کروائی جائیں۔
2۔ ابتدائی تعلیم میں اسلامی خطوط پر تعمیر کردار کو ترجیح دی جائے گی۔
3۔ ابتدائی سطح پر طالب علموں کی استعداد کو بہتر بنانے کے لئے کچی جماعت متعارف کرائی جائے گی۔
4۔ ابتدائی تعلیم کے فروغ کے لئے خاندان، اسکول، معاشرہ، نجی تنظیموں اور ذرائع نشرواشاعت کے کردار کو وسعت دی جائے گی۔
5۔ تعلیمی مساوات کے فروغ کے لیے ہر قسم کی ناہمواری اور تفاوت ختم کر دیا جائے گا۔
6۔ ابتدائی تعلیم کے فروغ کے لئے رسمی تعلیمی ذرائع کے ساتھ ساتھ نیم رسمی ذرائع بھی اختیار کئے جائیں گے۔
7۔ اساتذہ کی ملازمت شرائط پر نظر ثانی کی جائے گی اور ایک ایسا انتظامی ڈھانچہ تشکیل دیا جائے گا جو قابلیت کی بنیادی پر اساتذہ کی شفاف بھرتی کے عمل کو یقینی بنائے گا۔
8۔ اساتذہ کے تبادلوں کی شرح کو کم کرنے کے لئے انھیں گھروں کے نزدیک تعینات کیا جائے گا۔
9۔ ابتدائی جماعتوں کو پڑھاتے وقت اساتذہ کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کا جائزہ لیا جائے گا اور انھیں تربیت اساتذہ کے پروگرام کا حصہ بنایا جائے گا۔
10۔ تختی اور سلیٹ کو ابتدائی جماعتوں میں دوبارہ متعارف کرایا جائے گا۔
11۔ غریب اور نادار بچوں کے لئے ہر تعلیمی سال کے آغاز پر نصابی کتابوں اور دوسرے تعلیمی سازوسامان کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔

12۔ نجی اور حکومتی سطح پر قائم ابتدائی اسکولوں میں بتدریج یکساں نصاب رائج کیا جائے گا۔ کمپیوٹر، آبادی، ماحول، صحت، اقدار اور ایڈز جیسے موضوعات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے گا۔

تعلیمی پالیسی2020 کے اغراض ومقاصد

قومی تعلیمی پالیسی کے مطابق تمام انسانی صلاحیتوں کے بہترین استعمال کے ذریعہ منصفانہ معاشرے کو فروغ دینے کے لیے تعلیم ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ معیاری تعلیم تک عوامی رسائی ہندوستان کی مسلسل عروج کی کلید ہے۔ معاشی نمو، معاشرتی مساوات، سائنسی ترقی، قومی انضمام اور ثقافتی تحفظ کے حوالے سے عالمی سطح پر قیادت کے حصول کے لیے اعلیٰ معیاری تعلیم ہمارے ملک کی بھرپور صلاحیتوں اور ترقی کے وسائل کو آگے بڑھانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ توقع ہے کہ اگلی دہائی (2021 سے 2030) تک ہندوستان میں نوجوانوں کی آبادی دنیا میں سب سے زیادہ ہوگی اور انہیں اعلیٰ معیاری تعلیمی مواقع فراہم کرنے کی ہماری اہلیت ہمارے ملک کا مستقبل طے کرے گی۔ تعلیم کے عالمی ایجنڈے کا تعین اقوام متحدہ کے ذریعہ طے شدہ ترقی کے قابل تائید ہدف نمبر4 میں کہا گیا ہے۔ ہمارے ملک نے 2015ء میں اپنالیا تھا۔ اس کے مطابق 2030 تک جامع اور مساوی معیاری تعلیم کو یقینی بنایا جاتا ہے اور سب کے لیے عمر بھر تعلیم حاصل کرتے رہنے کے مواقع کو فروغ دینا ہے۔ اتنا بلند مقصد حاصل کرنے کے لیے کل نظام تعلیم کی تشکیل نو کی جاتی ہے تاکہ 2030 کے اہداف SDGS کو حاصل کیا جاسکے۔[8]

یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ احاطہ علم کے عالمی منظر میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، مختلف سائنسی اور تکنیکی ترقیات جیسے ضخیم اعداد و شمار کی فراہمی، مشینوں کے ذریعہ حصول تعلیم اور مصنوعی ذہانت (آرٹیفیشل انٹیلیجنس) وغیرہ کے مد نظر دنیا بھر میں زیادہ تر غیر ہنر مندانہ ملازمتوں پر مشنیوں کا قبضہ ہوتا جارہا ہے۔ دوسری طرف ہنر مند افرادی قوت (Skilled Workforce) کی مانگ میں چوطرفہ اضافہ ہو رہا ہے خصوصاً ریاضی، کمپیوٹر و تجزیہ اعداد کے میدانوں میں اور اگر انہیں سائنس، سماجیات و مطالعہ نوع انسان کے مابین کثیر شعبہ جاتی لیاق (Multidisciplinary abilities) سے جوڑ دیا جائے تو اس میں چار چاند لگ جاتے ہیں اور اس طرح کے افراد کی کھپت میں اضافہ ہوتا ہی رہنا ہے۔

آب وہوا میں تبدیلی، بڑھتی ہوئی آلودگی اور قدرتی وسائل کے تیزی سے گھٹتے ہوئے ذخیروں کی وجہ سے ہمیں توانائی، غذا، پانی، صفائی ستھرائی وغیرہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نئے راستے تلاش کرنے ہوں گے۔ جس کے نتیجے میں بھی نئے ہنر سے لیس افراد کی ضرورت ہوگی، خاص طور پر حیاتیات، کیمسٹری، طبیعات، زراعت، آب وہوا اور سماجی سائنس کے شعبوں سے فارغ التحصیل لوگوں کی۔ مقامی وعالمی سطح کے وبائی امراض کے خوفناک ظہور کی روشنی میں ان کی روک تھام، ویکسینوں کی تیاری اور نتیجتاً کثیر الجہت معاشرتی تناؤ سے نمٹنے کے مقصد سے عالمی اشتراک پر مشمول نئے تحقیقی پروجیکٹوں کی ضرورت پڑنے والی ہے۔ ساتھ ہی کیونکہ ہندوستان ایک ترقی یافتہ ملک بننے کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر تین بڑی معیشتوں میں شامل ہونے کی طرف رواں دواں ہے، لہٰذا مطالعہ نوع انسان وفنون لطیفہ کے شعبوں سے تعلیم یافتہ افراد کی مانگ بھی بڑھنے والی ہے۔

روزگار اور عالمی ماحول میں اس طرح ہونے والے تیزی سے بدلاؤ کی وجہ سے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ بچوں کو صرف تعلیم کے مواقع ہی فراہم نہیں کیے جائیں بلکہ انہیں علم حاصل کرنے کا طریقہ بھی سکھایا جائے۔ اس لیے تعلیمی نصاب میں اضافہ کے بجائے اس بات پر زیادہ زور

دینے کی ضرورت ہے کہ بچوں میں ذہنی استعداد بڑھے اور ان کی اختراعی سوچ میں اضافہ اور بدلتے ہوئے حالات میں اسے استعمال کر کے ایشوز کے حل نکالنے کی کوشش کریں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ تدریسی کارکردگی لچکدار ہو اور جدت، تخلیق اور کثیر الضابطہ پر مبنی ہو، جامع انداز میں دیکھنے اور سمجھنے میں قابل بنانے والی ہو اور طلبا کے لیے تجرباتی، کلیت پر مبنی، مربوط، تفتیش آور، دریافت پذیر، پر لطف اور ان کی زندگی کے سبھی گوشوں اور صلاحیتوں کے یکساں تسلی بخش فروغ کی حامل ہو۔ اس کے لیے نصاب میں سائنس اور ریاضی کے علاوہ بنیادی فنون، دستکاری کھیل کود اور صحت مندی، لسانیات، ادب و ثقافت اور اقدار کو شامل کیا جائے۔ تعلیم سے شخصیت سازی ہونی چاہیے، طلبا میں اخلاقیات، ہمدردی و حساسیت پیدا ہونی چاہیے اور ساتھ ہی تعلیم ایسی بھی ہونی چاہیے کہ وہ طلبا کو روزگار کا اہل بنائے۔

تعلیم کے موجودہ و مطلوبہ انجام کے درمیان خلیج کو پر کرنے کی غرض سے تعلیمی نظام میں زبردست اصلاحی کاروائی ہونی چاہیے تا کہ سسٹم میں اعلیٰ ترین معیار، غیر جانبداریت اور دیانتداری جذب ہو جائے اور اس کا خاطر خواہ اثر ابتدائی اسکول سے اعلیٰ سطح تک سرایت کر جائے۔ ہمارا ہدف ایک اُسے تعلیمی نظام کا قیام ہونا چاہیے جس کے رہتے ہندوستان 2040 تک دنیا میں کسی بھی ملک سے پیچھے نہ رہ جائے اور جس میں اعلیٰ ترین تعلیمی لیاقت کے حصول تک ہر شہری کو برابر کی رسائی ملے اور اس روش میں کسی فرد کا سماجی یا اقتصادی پس منظر رکاوٹ نہ بنے۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020ء کا مقصد ہمارے ملک کے اکیسویں صدی میں بڑھتے ہوئے ترقیاتی تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔ اس پالیسی کا مقصد ہے ایک ایسے نئے سسٹم کی تخلیق جو ہندوستان کی روایات و ثقافتی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے اکیسویں صدی کی تعلیمی آرزوؤں سے موافقت رکھے جس میں اقوام متحدہ کے ایس ڈی جی بھی شامل ہیں، اس پروجیکٹ کی تکمیل کے ک لیے تعلیمی ڈھانچہ واس سے متعلق انتظامیہ، ضابطہ وہدایات کی تجدید کاری بھی مجوزہ ہے۔ یہ پالیسی ہر فرد کی تحقیقی صلاحیتوں کی بالیدگی پر خصوصی زور دیتے ہوئے اس اصول پر بنی ہے کہ تعلیم سے نہ صرف بنیادی خواندگی اور عدد شماری کی صلاحیت پیدا ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ شعور و آگہی، مسائل حل کرنے کی صلاحیت اور معاشرتی، اخلاقی، جذباتی سرشت کی بھی نشوونما ہونی چاہیے۔ قدیم ہندوستانی علم وحکمت اور سچائی کو اعلیٰ مقصد انسانی مانا جاتا تھا۔ زمانہ قدیم میں حصول علم کا مقصد نہ صرف فرد کو تعلیم یافتہ بنانا ہوتا تھا بلکہ انسان میں خود اعتمادی میں تحریر ہے کہ وہ اگلی نسل کی تشکیل کرتے ہیں، سماج میں سب سے زیادہ قابل احترام اور مایہ ناز اراکین کے طور ان کے معزز مقام کو بحال کر کے انہیں بااختیار بنایا جانا چاہیے تا کہ وہ اپنا کام موثر انداز میں کر سکیں۔ وعدہ کیا گیا ہے کہ تمام طلبا و طالبات کو معیاری تعلیم کے مواقع مہیا کیے جائیں گے، ہاں سماج میں حاشیہ پر مقیم، پسماندہ محرومین اور غیر متناسب نمائندگی والے گروپوں کی تعلیم پر خاص توجہ دی جائے گی۔ تعلیم سے قیام کے لیے یہ بہترین آلہ ہے۔ لہٰذا تمام اقدامات کیے جائیں گے کہ مزاحمت کے باوجود ان گروپوں سے تعلق رکھنے والے سبھی طلبا و طالبات تعلیمی سسٹم میں داخل ہو جائیں اور وہاں انہیں کمال دکھانے کے مواقع بھی فراہم ہوں۔

فلسفہ تعلیم

فلسفہ تعلیم کے ضمن میں ہر دور میں مفکرین نے اپنے خیالات پیش کئے ہیں۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے جو پیدائش کے بعد سے شروع ہو کر زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہتا ہے۔ اس لئے انسانی تاریخ میں اس پر ہر دو میں غور وفکر کیا گیا ہے۔ اس کے لئے اصول و نظریے مرتب کرنے کی کوششیں کی گئیں ہیں۔ ۲۵۰ صدی قبل افلاطون کی "The Republic" تیرھویں صدی میں سینٹ تھامس ایکوناس کی Summa Contra Gentiles اور Summa Theologies، سترہویں صدی

میں جان لاکھ کی (1693) Some Thoughts Concerning Education اور Conduct of the Understanding (1706) اٹھارویں صدی میں ہو گی، Emile انیسویں صدی میں، مارکس کی داس کیپٹال اور بیسویں صدی کے اوائل میں جان ڈیوی کی متعدد کتابوں اور بی۔ ایف اسکنر تصنیفات میں تعلیم کے بارے میں فلسفے اور نظریے پیش کئے گئے ہیں۔ کبھی علم کی بنیاد پر معاشرہ کو حاکم و محکوم میں تقسیم کیا گیا۔"[9] کبھی "مذہب و ایمان کو عقل سے برتر قرار دیا گیا "(سینٹ تھامس) کبھی "ریاست اور چرچ کے مقابلے میں فرد کی آزادی کو خصوصی مقام دیا گیا" (لاک) "انسان کو روحانیت، آزادی اور سادگی کا مرقع قرار دیا گیا" (روسو) کبھی "معاشرے کی ضروریات اس حد تک بڑھائی گئیں کہ فرد صرف اس کا کل پندہ ہو کر رہ گیا"۔ (مارکس) کبھی "انسان کے اپنے ماحول اور معاشرہ کے تعامل کا فلسفہ پیش کیا گیا" (ڈیوی) اور کبھی "تعلیم پر سائنسی ذرائع سے کنٹرول کے ذریعے مطلوب معاشرہ قائم کرنے کا نظریہ پیش کیا گیا۔"[10] تاریخ کتنی ہی صدیوں کا فاصلہ طے کر جائے زمانہ کتنی ہی ترقی کر جائے سائنس و ٹیکنالوجی انسان کی زندگی کو کتنا ہی تبدیل کیوں نہ کر دے جب تک دنیا قائم ہے اور اس پر انسان کا وجود ہے، جب بھی اس کی تعلیم کے مسئے پر غور کیا جائے پہلے اس کائنات میں انسان کی حیثیت کا تعین کرنا ناگزیر ہے کہ کہاں سے آیا؟ کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے؟ کیا موت کے بعد کوئی زندگی نہیں؟ اصلاحی نظام تعلیم کے حوالے سے ہے اس لئے کسی فلسفیانہ بحث میں پڑے بغیر تصور کائنات اور تصور انسان کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر پیش کیا جارہا ہے۔ ان امور کا تعین، ان کے بارے میں حقیقت کی تلاش اور اس پر ایمان اور شرح صر محض کتابی اور نظری مبحث نہیں بلکہ یہی اسلامی فلسفہ تعلیم کی حقیقی بنیاد ہیں اور انہی کی بنیاد پر تعلیم کے مقاصد، نظام تعلیم کی ترجیحات، طریقہ تدریس، نصابات کی تدوین، وسائل کا تعین غرض تعلیم کی ہر بحث کے بارے میں ایک اسلامی ریاست اور معاشرہ کے پالیس ساز اداروں کے لئے راہنما اصول طے کئے جانے چاہئیں۔

انسان کی حیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض:

1۔ "خداوند عالم نے جو ساری کائنات کا خالق و مالک و فرمانروا ہے اپنی بے پایاں مملکت کے اس حصے میں جسے زمین کہتے ہیں انسان کو پیدا کیا، اسے جاننے سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں دیں۔ بھلائی اور برائی کی تمیز دی، انتخاب اور ارادے کی آزادی دی۔ تصرف کے اختیارات بخشے اور فی الجملہ ایک طرح کی خود اختیاری دے کر اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا"۔

" وھُوالذی جَعَلَکُم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات"[11]

وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

یعنی اسے نیابت الٰہی کے منصب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ یہ نیابت صرف روحانی نہیں ہے بلکہ اس میں اختیار و قتدار (تمکن فی الارض) اور عملی

قبضہ بھی شامل ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اس کے لئے مسخر کیا گیا ہے اور اسے یہاں ایک نئی دنیا تعمیر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

۲۔ دنیا۔ ایک امتحان گاہ:

انسان کو یہ بتادیا گیا ہے کہ اس کے لئے دنیا کی یہ زندگی جس میں اسے اختیارات دے کر بھیجا جارہا ہے دراصل اس کے لئے امتحان کی مدت ہے۔ وہ چاہے تو خدا کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارے چاہے تو سرے سے خدا کا انکار ہی کر دے۔ پہلی

صورت میں دنیامیں امن واطمینان حاصل ہو گا اور جب انسان خدا کے پاس پلٹ کر جائے گا تو ابدی راحت و مسرت سے ہمکنار ہو گا۔ دوسری صورت میں دنیامیں فساد و بے چینی کا شکار رہے گا اور عالم آخرت میں ابدی رنج ومصیبت کے گڑھے میں پھینک دیا جائے گا۔

۳۔ راہ عمل۔ وحی الٰہی:

صحیح راستے کی طرف نشاندہی کرنے کے لئے "اللہ" نے انبیاء مبعوث کیے جو اپنے اپنے دور کے لئے ہدایت لاتے رہے، آج کے دور کے لئے وہی ہدایت حقیقی راہ عمل ہے جو "نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لے کر آئے ہیں اور خدا کی کتاب اور ان کی سنت کی شکل میں ہماری راہنمائی کے لئے موجود ہے۔ یہ وہ بنیادی حقائق ہیں جن کا علم ہمیں وحی کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔ کوئی فسلفہ تعلیم جو ان حقائق سے صرفِ نظر کرے، انسانوں کے لئے کسی ایسے نظام تعلیم کی بنیاد نہیں بن سکتا جو ان کی قومی اخروی فلاح کا باعث ہو، انسانی ذہن کتنے ہی تجربات ومشاہدات سے فیضیاب ہو، اگر اسے یہ راہنمائی نصیب نہ ہو تو صراط مستقیم نہیں پا سکتا۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے، ہمارے لئے، اس ہدایت کی روشنی میں فلسفہ تعلیم کے بارے میں واضح فکر حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن کی آیات اور "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے فرمودات راہ دکھاتے ہیں اور بعد کے ادوار میں مسلمانوں کے نظام تعلیم سے ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ بنیادی تعلیمات کی روشنی میں اپنے اپنے دور میں مسلم امت اپنی تعلیمی ضروریات کس طرح پوری کرتی رہی ہے۔فلسفہ تعلیم کے موضوع کی حدود متعین نہیں کسی بھی تعلیمی مسئلے پر غور وفکر میں اگر فلسفیانہ انداز کا اطلاق کیا جائے تو یہ فلسفہ تعلیم میں شمار ہوتا ہے۔ ماضی کے منکرین نے تعلیم پر جو کچھ لکھا ہے وہ سب فلسفہ تعلیم سے متعلق سمجھا جاتا ہے جبکہ اس لحاظ سے تاریخ تعلیم اور فلسفہ تعلیم کے دائرے ایک دوسرے میں داخل ہوتے ہیں مفکر تعلیم اقدار کے بارے میں خیر وشر کے تعین پر بھی اس عنوان کے تحت گفتگو کرتے ہیں۔ علم اور نظریات کا اطلاق بھی فلسفہ تعلیم میں آتا ہے۔ دیگر علوم کو فلسفہ کی عینک سے دیکھنے سے تعلیم سے متعلق مسائل پر غور وفکر کے لئے نقط نظر فراہم ہوتا ہے وہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک تعلیمیافتہ شخص کس طرح کا ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حیات میں تعلیم کی غیر معمولی اہمیت ہے اسی لئے شاید ہی کوئی مسلم مفکر ایسا ہو جس نے تعلیم کے تحت مسائل پر غور وفکر نہ ہو کسی بھی مفکر کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو تعلیم سے متعلق اس کی فکر واضح ہو جائے گی ۔ امام غزالی، ابن خلدون، شاہ ولی اللہ، علامہ اقبال مولانا مودودی، محمد قطب اور دیگر آئمہ اور مفکر اسلام نے فلسفہ تعلیم پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ہمارے پیش نظر ان کو نقل کرنا نہیں ہے قرآن وحدیث کی راہنمائی مفکرین کی نگارشات اور ددر جدید کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اسلامی فلسفہ تعلیم کے بنیادی پہلوؤں کی طرف اشارہ کریں گے۔[12]

ا۔ اس دنیا میں پیدا ہونے والے ہر شخص سے خالق نے ازل سے یہ سوال کیا تھا۔ "الست بربکم" اور بندے نے جواب دیا تھا کہ بلیٰ۔ اس طرح ہر انسان کی سرشت میں خالق کی ربوبیت کا اعتراف موجود ہے اس بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر مسلمان فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے اور پھر تم اسے نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہو یعنی ہر پیداا ہونے والا اپنے اندر ایک خالق ومالک کا اعتراف لیے ہوئے فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے لیکن وہ کیا بنتا ہے۔ یہ اس بندے پر منحصر ہے کہ اسے کس طرح کی تعلیم فراہم ہوتی ہے۔ تعلیم کی غایت یہ ہے کہ وہ انسان کے اندر موجود اس عہد کو تازہ کرے اس پر پڑھی

ہوئی گرد کو صاف کرے اسے جلا بخشے اور انسان کو اس امر پر آمادہ کرے کہ وہ انفرادی واجتماعی زندگی میں اس عہد کے تقاضے پورے کرے۔

۲۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے جو انسان کی زندگی کے ہر دور میں جاری رہتا ہے۔ یہ درسگاہوں تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک بچہ پیدا ہونے کے بعد سے ہی سیکھنا شروع کر دیتا ہے اور سیکھنے یا تعلیم حاصل کرنے کا عمل آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ حدیث: " اطلوبو االعلم من المهد الى الحد"[13] اس ہدایت کے تحت جدید دور کی ہر قسم کی رسمی وغیر رسمی تعلیم آجاتی ہے۔ ایک طرف ابلاغ عامہ کے ذرائع سے دی جانے والی تعلیم معاشرہ کے ہر فرد پر خواہ وہ تعلیم یافتہ ہو یا اصطلاحاً غیر تعلیم یافتہ ہو، اثر انداز ہوتی ہے اور دوسری طرف ایک انسان اچھے ماحول میں جس شخص سے جس ادارہ سے، جس شے سے یا جس سائنسی ایجاد سے رابطہ میں آتا ہے، اس سے تعلیم حاصل کرتا ہے، تجربات، مشاہدات، سفر سب اس کے لئے ذرائع تعلیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس تعلیم کا رخ متعین کرنے کے لئے، اسے اس عہد ازلی یاد دلانے کے لئے اور مسلمانوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے مثلاً بچہ کے کان میں پیدا ہوتے ہی جو پہلی آواز آتی ہے وہ **"اللہ"** کی کبریائی اور "حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی رسالت کے اقرار کا اعلان کرتی ہے اور اسے صلوٰۃ و فلاح کی طرف بلاتی ہے۔ یہ اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے جس کی تصدیق و تائید جدید تحقیقات سے بھی ہو رہی ہے کہ انسان کے کردار کا سانچہ عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے 1۔ ایک مثالی اسلامی معاشرہ میں ہر فرد کو تعلیم یافتہ ہونا چاہیے۔ "اللہ" کے "رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" نے "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" فرما کر ایک طرف اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کے لئے حصول علم کو لازمی قرار دے دیا ہے اور دوسری طرف اسلامی ریاست کو یہ پالیسی ہے کہ وہ ہر شہری کے لئے بلا تفریق جنس ضروری تعلیم کے لئے نہ صرف سہولت فراہم کرے بلکہ اسے لازمی قرار دے۔ اس پر عمل سے مسلمانوں کے کسی موجودہ معاشرہ میں یقیناً انقلاب برپا ہو گا، خیر و برکت کے دروازے کھلیں گے اور تہذیب و ترقی کی راہیں ہموار ہوں گی۔

۴۔ ایک مسلمان کے لئے ذاتی طور پر اور کسی بھی مسلمان معاشرہ کے لئے اجتماعی طور پر کتاب ہدایت، اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے۔ اس کے مطابق رویہ اختیار کرنے یا نہ کرنے پر اس کی فلاح و خسران کا مدار ہے۔ اسلامی نظریئے کے تحت تعلیم کے سارے عمل کی غایت ہی یہ ہے کہ انسان کے حصے میں دنیا و آخرت کی نیکیاں آئیں اور اس کا رب اسے یوم آخرت کامیاب قرار دے۔ زندگی کی کسی بھی سرگرمی کی طرح، تعلیم کے دائرہ میں، خواہ یہ گھر کا دائرہ ہو، ابلاغ کا دائرہ ہو، ریاست کی پالیسی کا دائرہ ہو، تعلیم گاہوں کا دائرہ ہو، رہنمائی اور ہدایت کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سن رسول اللہ ہے۔ اسلامی فلسفہ تعلیم کا یہ بنیادی اصول تعلیم کی تمام جزئیات وکلیات پر حاوی ہے۔

گزشتہ ۱۴ سو سال سے مسلم امت اسی کتاب کی راہنمائی میں اپنا سفر طے کر رہی ہے۔ جہاں یہ راہ سے ہٹتی ہے بتانے والے موجود ہوتے ہیں اور یہ خود بھی نتائج بھگتی ہے۔ قرآن و سنت سے براہ راست استفادہ، تاریخی لحاظ سے اس کے مطابق یا خلاف عمل کے نتائج سے استنباط اور اس کی بنیاد پر مسلم مفکرین کی تحریرات آج بھی راہنمائی کا کام انجام دیں گی۔ فرد و اجتماع کے حقوق میں توازن کا مسئلہ ہو، دور حاضر کے لادینی افکار کے تجزیہ و مقابلہ کا مسئلہ ہو، نئے نصابات کی تدوین کا مسئلہ ہو، نوجوان کے لئے کھیل اور سیر و تفریح کی حدود کا معاملہ ہو، نظم و نسق کے اصول، طے کرنے ہوں، اساتذہ کے لئے انتخاب کا معیار مقرر کرنا ہو یا ان کا احتساب کرنا ہو، ہر مسئلہ میں فیصلہ قرآن و سنت سے ہو گا اور معیار وہیں سے حاصل کیا جائے گا۔

۵۔ اسلامی فلسفہ تعلیم کا ایک بنیادی اصول قرآن کی اس آیت سے ملتا ہے۔

" وابتغ فیما اتاک اللہ الدار الآخرۃ ولا تنسی نصیبک من الدنیا "[14]

یعنی خدا نے دار آخرت میں تیرے لئے جو کچھ رکھا ہے اسے حاصل کرلے اور دنیا میں اپنا حصہ لینا نہ بھول جا۔

تعلیم زندگی کی تمام سرگرمیوں سے براہ راست اور یہ کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ افراد مل کر معاشرہ بناتے ہیں، معاشرہ کا افراد کی زندگی میں انتہائی اہم کردار ہے۔ معاشرہ کے افراد پر اور افراد کے معاشرہ پر حقوق ہیں، معاشرہ کا اہم ترین ادارہ ریاست ہے اور اس کے بھی حقوق و فرائض متعین ہیں۔ سب ادارے شریعت مطہرہ میں بیان کی گئی حدود کے اندر کام کرتے یں اور خدا کی زمین اس کی برکات سے بھر جاتی ہے۔ فلسفہ تعلیم کے ضمن میں بنیادی اسلامی نقطہ نظر درج بالا نکات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جن کی روشنی میں تعلیم کے مقاصد کا تعین کیا جائے گا۔ نظام تعلیم کی صورت گری ہو گی، ترجیحات کا تعین ہو گا، نصابات کی تدوین ہو گی، طلبہ اور اساتذہ کے لئے معیارات طے کئے جائیں گے۔ یعنی اسلامی ریاست کی تعلیمی پالیسی انہی اصولوں کی روشنی میں مرتب کی جائے گی۔ متعلق ہے۔ درس گاہوں میں حصول تعلیم کی کل مدت طالب علم کے فکر و عمل کا رخ متعین ہوتا ہے قرآن اس سلسلے میں مکمل راہنمائی دیتا ہے اور ایک اسلامی ریاست کے لئے پالیسی بھی اسلامی معاشرہ کے شہریوں کی تربیت اس طور سے ہونا چاہیے کہ ان کا مطمع نظر آخرت ہو کہ یہی حقیقی زندگی ہے جو دائمی ہے آخرت کی قدر کو زندگی میں اس حد تک راسخ کردینا کہ سوچ اور عمل کے مختلف دائروں میں انسان کے پیش نظر اخروی زندگی ہو اسلامی تعلیم کا اولین مقصد کہا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ قرآن اس طرف بھی بجا طور پر متوجہ کرتا ہے اور یہ بھی جس طرح فرد کے لئے ہے اسی طرح اسلامی ریاست کے لئے بطور ایک پالیسی کے بھی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے اسے حاصل کرنے کے لئے تمام تر تدابیر اختیار کی جائیں زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اللہ نے ہم انسانوں کے لئے مسخر کیا ہے اور ہمارا دینی فرض ہے کہ ہم اس سے استفادہ کریں زمین کے پیٹ میں اور سمندر کی تہوں میں جو خزانے پوشیدہ ہیں اور انسانی ذہن اپنی جولانی سے جن نئے نئے خزانوں تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ سب خدا نے ہم انسانوں کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اسلامی ریاست میں تعلیم کی ایک نہج لامحالہ یہ بھی ہو گی کہ زمین آسمان کے خزانوں سے بیش از بیش فائدہ حاصل کیا جائے۔ یہ استفادہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ اشیاء اور قوتوں اوران کے قوانین تعامل کا علم حاصل کیا جائے۔ تعلیمی فلسفہ میں اس نقطے کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ فرد اور اجتماع کا تعلق کس نوعیت کا ہے اور طالب علم کی انفرادیت کے ارتقاء کو کیا اہمیت دی ہے۔ اسلام نے انفرادیت اور اجتماعیت میں ایک توازن پیدا کیا۔ اس کے تعلیمی فلسفہ میں فرد کی اپنی ذاتی شخصیت کا مناسب ارتقاء اور اس کی خوابیدہ صلاحیتوں کی بیداری اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے۔

خلاصہ بحث:

قوموں کے عروج و زوال میں تعلیم کا کردار ہمیشہ اہم رہا ہے۔ تاریخ عالم کے اوراق گواہ ہیں کہ دنیا میں کامیابی اور کامرانی انہی قوموں کا مقدر ٹھہری جنہوں نے تعلیم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور جن اقوام نے تعلیم کو اہمیت نہ دی ذلت و رسوائی ان کا مقدر ٹھہری۔ قیام پاکستان کے وقت تعلیمی لحاظ سے انتہائی بے سرو سامانی کا عالم تھا۔ نوزائیدہ مملکت پاکستان میں صرف چند ہزار سکول، چالیس کالج اور دو یونیورسٹیاں تھیں۔ شرح خواندگی 15 فیصد سے بھی کم تھی۔ ان حالات میں پاکستان میں جامع تعلیمی پالیسیوں کی ضرورت تھی۔ پاکستان کی مختصر سی تعلیمی تاریخ میں متعدد تعلیمی پالیسیوں کا اعلان کیا گیا اور ان کا اطلاق بھی ہوا لیکن

بعد میں آنے والی حکومت نے سابق تعلیمی پالیسی کو رد کر کے اسے سرد خانے میں ڈال دیا جس کی وجہ سے پاکستان کی تعلیمی سمت متعین نہ ہوئی۔ پاکستان میں آج جو مسائل تعلیم کو درپیش ہیں وہ پچھلی دہائیوں میں محض ہماری حکومتی پالیسیوں کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ یہ تعلیمی نظام بنیادی طور پر استعماری دور کی یادگار اور اسی کی توسیع ہے۔ چنانچہ ماضی کے تلخ تجربات، عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں اور مستقبل کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے نظریہ ضرورت کے پیش نظر ۱۹۴۷ء میں پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد کی گئی اور اس کے بعد پے در پے کئی تعلیمی پالیسیاں لائی گئیں پھر ۱۹۷۲ء میں عوامی حکومت نے جامع پالیسی کا اعلان کیا جس کا اطلاق بھی کیا گیا اس پالیسی میں تعلیمی اداروں کو بھی تحویل میں لیا گیا اور بامقصد منصوبے بنائے گئے، لیکن غیر موزوں افراد نے نظام تعلیم کو اپنی گرفت میں لے کر قومی تعلیمی پالیسیوں کو ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ تحقیق کار یہ سمجھتا ہے کہ تعلیمی پالیسیوں میں بے شمار خوبیاں والے ایلیمنٹری اہداف و مقاصد موجود تھے اس کے باوجود پالیسیوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ ان اسباب کو تلاش کرنا ضروری سمجھا گیا اسلامی تناظر میں ان اہداف و مقاصد کی حیثیت کیا ہے اور اسلامی تناظر میں اس کی تشکیل نو کس طرح ہو سکتی ہے؟ تعلیمی پالیسیوں کے اہداف و مقاصد کو اسلامی تناظر میں دیکھنے کے لیے مندرجہ ذیل اسباب کو دیکھنا ضروری ہے۔

۱۔ تعلیمی پالیسیوں کے ایلیمنٹری اہداف و مقاصد میں ہم کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟ نیز اسلامی تعلیمی پالیسیوں کی اسلامی تشکیل کیا ہو سکتی ہے؟

۲۔ کیا تعلیمی پالیسیوں کو نافذ کرنے میں جلد بازی سے کام لیا گیا؟

۳۔ عوامی سطح پر تعلیمی پالیسیوں کو کیوں ناکام کہا جانے لگا؟

تحقیق کار یہ سمجھتا ہے کہ حکومت تعلیمی نظام پر اپنی گرفت مضبوط نہ کر سکی اور رہی سہی کسر نئی حکومت نے پالیسی کو مدت پوری نہ کرنے دی۔ اس طرح پالیسیوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے معاشرے پر یہ اثرات مرتب ہوئے کہ دوبارہ تعلیمی عمل کی وجہ سے معاشرے میں طبقات پیدا ہونے لگے۔ چنانچہ تحقیق کار یہ سمجھتا ہے کہ اس بات کا اسلوب تحقیق کے تحت جائزہ لینا ضروری تھا کہ آیا واقعی میں تعلیمی پالیسیوں کی ناکامی کے اثرات معاشرے پر پڑے ہیں۔ گویا بیان کردہ پس منظر و سوالات مسلک کا انتخاب کرنے کا سبب بنے۔

زیر نظر آرٹیکل میں یہ جائزہ لیا گیا کہ پاکستان کی تعلیمی پالیسی کے ناکامی کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں اور معاشرے پر اس کے کیا اثرات ہوئے ہیں؟ کیونکہ قومی تعلیمی پالیسیوں کے بعد دوبارہ تعلیمی نظام طبقات میں منقسم ہوا اور معاشرہ بھی تقسیم در تقسیم ہو رہا ہے۔

References

1 Dr. Ishtiaq Hussain Qureshi, Education in Pakistan (Lahore: Kitab Mahal Data Darbar), 312.
2Professor Muhammad Usman, Taleemi Zawyay (Aligarh: Educational Book House), 147.
3 Muhammad Mazharuddin Siddiqui, Mazhab-e-Alam ka Taqabali Jaiza (Lahore: Institute of Islamic Culture, 1986)

4 Andalsi, Allama Ibn Al-Albar, Al-Ilm and Ulama", Jami Bayan Al-Ilm wa Fazla, trans; Abdul Razzaq, Lahore: , 1977.
5 Ahmed Shalibi, Nuslmano Ka Nizam-e-Taleem trans. Idris Siddiqui (Karachi: Urdu Sindh, 1985)
6 Gul Muhammad, Mehr, Pakistan main Primary Taleem (Lahore: Beacon Books, , Multan, 1988)
7Anjam Rahmani, Pakistan main Taleem (Lahore: Pakistan Writer Cooperative Society, 2006)
8 Mohammad Aslam Khan Niazi,, Pakistan kay Taleemi Masail (Lahore: Book Talk)
9 John Dewey, Human Nature and Conduct *New York: Macmillan, 1916).
John Dewey, "Democracy and Education" (1916) "Human Nature and Conduct" New York. The Macmillan Company
10- B.F.Scinner,'Freedom and Dignity (,New York: 1971).

11 Al-An'am 3:165.
12 Mawlana Mawdudi, Tafheem al-Qutan. I:164.
13 Imam Ahmad Ibn Hanbal, "Musnad Ahmad Ibn Hanbal (Cairo: Dar al-Ilm, 1988)
14 Al-Qasas 28:77.